پانچواں فقہی سمینار

منعقدہ: ۳-۶ / جمادی الاول ۱۴۱۳ھ مطابق ۳۰ / اکتوبر - ۲ / نومبر ۱۹۹۲ء، جامعۃ الرشاد، اعظم گڈھ

☆ ہندوستان کے پس منظر میں انشورنس کا حکم:

زکوۃ سے متعلق چند جدید مسائل:

☆ حاجت اصلیہ (زکوۃ میں بنیادی حاجت):

☆ دَین (قرض) کی زکوۃ:

☆ تجارت میں پیشگی دی ہوئی قیمت اور کرایہ پر لی جانے والی دکان ومکان میں دی گئی ڈپوزٹ کی رقم پر زکوۃ:

☆ ہیرے وجواہرات پر زکوۃ:

☆ پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ:

☆ وظیفہ طلبہ کی ادائیگی بمد زکوۃ:

☆ مدرسہ کے سفراء ومحصلین اور مہتمم کی حیثیت:

☆ اموال مدرسہ پر زکوۃ:

☆ کمیشن پر زکوۃ کی وصولی:

☆ مال حرام کی زکوۃ:

☆ فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟

سوالنامہ

زکوۃ

۱- محوراول

زکوۃ کس قسم کے اموال میں واجب ہے؟

وجوب زکوۃ کی وہ شرطیں جن کا تعلق محل زکوۃ، یعنی اموال سے ہے:

پہلی شرط۔ ملک تام

ملک تام سے کیا مراد ہے؟ اس ذیل میں چند سوالات ہیں:

سوال (۱) مال تجارت جس کی قیمت پیشگی ادا کردی گئی ہو، لیکن مال کی وصولی اب تک نہیں ہوسکی ہے، وہ قیمت جوادا کی جاچکی اور وہ مال جو خریدار کے ملک میں آچکا، لیکن قبضہ میں نہیں آیا اس پر زکوۃ واجب ہوگی، یا نہیں؟۔

سوال (۲) کرائے کی مد میں دی گئی پیشگی رقم، یا ڈپوزٹ جو عقد اجارہ کے فسخ ہوجانے، یا مدت پوری ہوجانے پر کرایہ دار کو واپس کیا جاتا ہے، اس نقد کی زکوۃ کس پر واجب ہوگی، کرایہ دار پر، یا مالک مکان پر؟۔

سوال (۳) جس مال کا کوئی مالک متعین نہ ہو، جیسے مدارس اور اداروں میں جمع ہونے والی رقم ان پر زکوۃ واجب ہوگی، یا نہیں؟۔

سوال (۴) وہ مال جو کسی شخص کے قبضہ میں بطور حرام آتا ہے، مثلاً رشوت کا مال، بینک کا سود وغیرہ، اس پر زکوۃ واجب ہوگی، یا نہیں؟ اگر یہ اموال حرام، حلال مال میں اس طرح مخلوط ہوگئے ہوں کہ ان میں باہم تمیز مشکل ہو، تو اس صورت میں ان مخلوط اموال میں وجوب زکوۃ کا کیا حکم ہے؟۔

سوال (۵) دین کی زکوۃ کس پر واجب ہوگی؟ دائن پر جس کی ملک ہے، لیکن قبضہ نہیں، یا مدیون پر جس کے قبضہ وتصرف میں ہے، لیکن اس کے ملک میں نہیں، یا دین کی زکاۃ کسی پر واجب نہ ہوگی، کیا اگر مدیون باوجود قدرت کے دین کی ادائیگی میں ٹال مٹول کر رہا ہو اور اس مال کو تجارت میں لگا کر استفادہ کر رہا ہو، ایسی صورت میں اس مدیون پر زکوۃ واجب قرار دی جاسکتی ہے؟ وصولیابی کی امید، یا ناامیدی کے اعتبار سے دین کی قسمیں اور وجوب زکوۃ کا حکم، اور اگر زکوۃ واجب ہوگی تو کب اور وصولیابی کے بعد سابق کی زکوۃ بھی دینی ہوگی یا وصول ہونے کے بعد مستقبل کی زکوۃ واجب ہوگی؟۔

سوال (۶) سرکاری محکموں اور مختلف پرائیویٹ کمپنیز میں جو لوگ ملازم ہیں ان کی ماہانہ یافت میں سے ایک حصہ وضع کرکے ان کے محفوظ کھاتے میں جمع کردیا جاتا ہے اور کچھ فی صد سرکار، یا کمپنی اپنے ملازم کے مستقبل کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی طرف سے اس میں اضافہ کرتی ہے اور ریٹائرمنٹ کے وقت وہ پوری رقم ملازم کو دے دی جاتی ہے، دوران ملازمت بھی بعض خاص قواعد کی پابندی کرتے ہوئے ملازم کو اپنے اس محفوظ فنڈ سے کچھ حصہ نکالنے کا اختیار ہوتا ہے، بعض اوقات ہر دو قسم کی مذکورہ رقوم پر

سرکار، یا کمپنی انٹرسٹ کے نام سے بھی کچھ اضافہ جوڑ کر آخر میں وہ مجموعی رقم ملازمین کو ادا کرتی ہے، یہ رقم عام اصطلاح میں پراویڈنٹ فنڈ کہلاتی ہے۔

پراویڈنٹ فنڈ کی مذکورہ بالا رقوم پر زکوۃ واجب ہوگی، یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کب؟ اور اگر زکوۃ وصولیابی کے وقت واجب ہوگی تو سابق کی بھی واجب ہوگی، یا آئندہ سال گذرنے پر؟۔

دوسری شرط نما: نما کی حقیقت اور اس کی صورتیں۔

تیسری شرط: حاجت اصلیہ سے فارغ ہونا۔

حاجت اصلیہ کی تعریف اور اس کا دائرہ

۱- کیا حاجت اصلیہ کا تعین ہر دور اور ماحول میں اس کے اعتبار سے کیا جائے گا؟

چوتھی شرط: دین سے محفوظ ہونا۔

کون سا دین مانع زکوۃ ہے، دین کی قسمیں اور ان کے احکام

۱- دین طویل الاجل، آج کے دور میں زراعتی قرض Agricultural loan تعمیر مکان کے لئے قرض Building Construction Loan اور اس طرح کے مختلف قرض سرکار اپنے شہریوں کو دیتی ہے جن کیلئے ۵ سال سے لے کر ۳۰، ۴۰ سال کی طویل مدت مقرر کی جاتی ہے، اس مدت کے دوران قسط وار قرض کی ادائیگی واجب ہوتی ہے، اس قرض کی مقدار بھی عموماً بہت بڑی ہوتی ہے، مثلاً زید نے اپنے کسی تجارتی کاروبار کے لئے پانچ کڑور روپے قرض لئے جسے پچاس قسطوں میں ادا کرنا ہے، یعنی سالانہ دس لاکھ روپے ادا کرنا ہے، یا کسی شخص نے ٹریکٹر کی خریداری کے لئے ایک لاکھ روپیہ قرض لیا جسے دس سال میں دس دس ہزار سالانہ کے لحاظ سے ادا کرنا ہے، ان صورتوں میں وجوب زکوۃ کے لئے اموال زکوۃ سے پورے قرض کو منہا کیا جائے گا، یا سالانہ واجب الاداء قسط وضع کر کے باقی اموال پر زکوۃ واجب قرار دی جائے گی؟۔

اسلام میں کن اموال میں زکوۃ واجب ہے، چند اور سوالات:

کمپنیز پر زکوۃ

کسی بھی کمپنی میں متعدد شرکاء ہوتے ہیں اور اپنے اپنے حصہ کے مطابق اثاثے اور آمدنی کے مالک ہوتے ہیں، بعض ایسی صورتیں ہوسکتی ہیں جس میں کمپنی کا مجموعی اثاثہ اور مالیت کروڑوں روپے کو پہنچتا ہو جس میں نصاب وجوب زکوۃ موجود ہے، لیکن اس کے شرکاء اور حصہ داروں کی تعداد اتنی بڑی ہے کہ کمپنی کی مجموعی مالیت کی تقسیم حصہ داروں پر کی جائے تو ان میں سے کوئی بھی صاحب نصاب نہیں ہوتا، یا کچھ صاحب نصاب نہیں ہوتے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وجوب زکوۃ میں کمپنی کی مجموعی مالیت کا اعتبار ہوگا، یا ہر فرد کے انفرادی حصہ کا؟۔

ہیرے اور جواہرات

۱- ہیرے اور جواہرات کی تجارت کی جاتی ہے، جو لوگ ہیرے اور جواہرات کی تجارت کرتے ہیں بہ ظاہر مال تجارت ہونے کی وجہ سے ان

پرتو زکوۃ واجب ہوگی ہی، لیکن دوسرا سوال یہ ابھرتا ہے کہ جو لوگ انکم ٹیکس اور دیگر سرکاری قوانین کی زد سے بچنے کے لئے نقد روپیوں یا سونے چاندی کی صورت میں اپنے سرمائے کو محفوظ کرنے کے بجائے ہیرے جواہرات لاکھوں روپئے کے خرید کر محفوظ کردیتے ہیں، ظاہر ہے کہ ہیرے جواہرات حوائج اصلیہ میں نہیں ہیں اور بڑی مالیت رکھتے ہیں، شرعاً ان پر زکوۃ واجب ہوگی، یا نہیں؟۔

بعض اوقات خواتین محض تزئین وآرائش کے لئے ہیرے جواہرات استعمال کرتی ہیں ان کا مقصد تمول نہیں ہوتا ہے، وجوب زکوۃ کے بارے میں ان کا کیا حکم ہوگا؟۔

اموال تجارت پر زکوۃ

سامان تجارت جو تاجر کے قبضہ میں ہے ادائیگی زکوۃ کے دن ان کی مالیت کا تعین کس نرخ سے کیا جائے، اپنی لاگت کے حساب سے کریں، یا اس دن کی قوت خرید کا اعتبار کیا جائے، پھر یہ کہ تھوک کے بھاؤ کا اعتبار ہوگا، یا پھٹکر فروختگی کا اعتبار ہوگا؟۔

جو لوگ اراضی کی خرید وفروخت کو ایک تجارتی کاروبار کے طور پر کرتے ہیں، سال پورا ہونے پر نقد رقم کے علاوہ جو اراضی ان کی ملکیت میں ہیں وہ اراضی بھی اموال زکوۃ میں شمار ہوں گی؟ اور ان پر زکوۃ کا وجوب قوت خرید کے اعتبار سے ہوگا، یا متوقع قیمت فروخت کا اعتبار ہوگا؟۔

شیئرز اور بونڈس کی زکوۃ

مختلف تجارتی کمپنیاں اپنے شیئرز فروخت کرتی ہیں یہ شرکت کی ایک صورت ہے، کمپنی قائم کرتے وقت کچھ اکائیاں طے کرلی جاتی ہیں، ہر یونٹ (اکائی) ایک شیئر ہوتا ہے اور اس کی ایک خاص قیمت ہوتی ہے، کمپنی جو کچھ منافع کمائیگی شیئرز ہولڈرس اس میں اپنے حصے کے تناسب سے نفع کے حق دار ہوں گے، شیئرز دراصل کسی تجارتی کمپنی کے ایک خاص حصہ کی ملکیت ہے، واضح رہے کہ بعد کو ان شیئرز کی خرید وفروخت ہوتی ہے اور کمپنی کے نفع ونقصان اور اس کے ساکھ کے پیش نظر ان شیئرز کی قیمت گھٹتی اور بڑھتی ہے۔

پہلا سوال یہ ہے کہ ان شیئرز پر ایک تجارتی سرمایہ ہونے کی حیثیت سے زکوۃ واجب ہوگی، یا نہیں؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ زکوۃ کی ادائیگی کے وقت ان شیئرز کی مالیت کا تعین ان کی بنیادی قیمت کو سامنے رکھ کر کیا جائے گا، یا بہ وقت ادائے زکوۃ مارکیٹ میں اس کا جو نرخ ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا؟۔

بونڈس سے مراد یہ ہے کہ اکثر حکومتیں، یا مختلف کمپنیز لوگوں سے قرضے مانگتی ہیں اور ان قرضوں کی واپسی کے لئے کچھ مدت (۵ سال، دس سال وغیرہ) مقرر کرتی ہیں اور کچھ شرح فیصد سود کا بھی اعلان کرتی ہیں اور بہ طور ثبوت قرض دہندہ کو سرٹیفکیٹ ایشو کرتی ہیں وہی بونڈ ہے، سوال یہاں پر صرف اتنا ہے کہ جو کچھ سود کے نام پر دیا جاتا ہے اس کی حرمت میں تو کوئی شبہ نہیں؟ قرض دہندہ نے جو سرمایہ بونڈس پر لگایا ہے اس کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی، یا نہیں؟ اور اگر ادا کرنی ہوگی تو سال بہ سال، یا بونڈ کے کیش کرانے کے وقت، سبھی گذرے ہوئے برسوں کی، یا صرف آئندہ کی؟۔

محور ثانی – نصاب زکوۃ

چاندی اور سونے کے نصاب میں سے کون سا نصاب اصل تسلیم کیا جائے؟ آج کے دور میں جب کہ سونے اور چاندی کے نرخ میں

زمین وآسمان کا فرق ہے، نصاب حرمت زکوۃ (غنا یعنی کسی شخص کو غنی قرار دے کر اس کے لئے زکوۃ لینا ممنوع قرار دیا جائے) اور اسی طرح نصاب موجب زکوۃ کی کم سے کم مقدار چاندی کے نصاب سے مقرر کی جائے گی، یا سونے کے نصاب سے؟۔

محور ثالث-مصارف زکوۃ

۱- کیا یہ صورت درست ہوگی کہ ایک طالب علم جو مستحق زکوۃ ہے، ادارہ اس کے طعام، قیام، تعلیم اور دوسری سہولتوں کا انتظام کرتا ہے، اس کے طعام پر ماہانہ خرچ سو روپے آتا ہے، اس کی رہائش کے لئے جو مکان فراہم کیا گیا ہے (مکان کی تعمیر عام چندے سے کی گئی ہے) بازار نرخ کے حساب سے اس کا کرایہ ۲۵/روپئے ماہانہ ہے، اساتذہ کے شہریہ (ماہانہ تنخواہ) وغیرہ پر جو خرچ آتا ہے اس کو اگر طلبہ کی خدمت، یا متعلق انتظامی امور پر مامور ہے ان کا مجموعی شہریہ تقسیم کئے جانے پر فی طالب علم ۵۲/روپئے ماہوار پڑتا ہے، اس طرح ایک طالب علم پر کل اخراجات ماہانہ مثلاً ڈھائی سو (۲۵۰) روپئے آتے ہیں، مدرسہ یہ نظام بناتا ہے کہ ہر طالب علم سے ڈھائی سو روپئے ماہانہ لئے جائیں، مستطیع طلبہ اپنے پاس سے یہ اخراجات ادا کریں اور غیر مستطیع طلبہ کی طرف سے یہ مقررہ فیس مدرسہ مدزکوۃ سے ادا کرے، یا مدرسہ اس رقم کا چیک اس طالب علم کے نام دیدے اور وہ چیک وصول کرنے کے بعد مدرسہ میں جمع کردے، کیا یہ صورت جائز ہوگی؟

ذیل میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ مہتمم مدرسہ زکوۃ دہندگان کا وکیل ہے، یا مستحقین زکوۃ کا؟۔

۲- سوال یہ ہے کہ مدارس کے لئے زکوۃ کی وصولی پر جو لوگ مقرر کئے جاتے ہیں وہ ماہانہ تنخواہ پاتے ہیں اور ساتھ ساتھ وہ عملہ جو حساب کتاب کے لئے مقرر ہوتا ہے اسے بھی ماہانہ تنخواہ دی جاتی ہے، یہ محسوس کیا جارہا ہے کہ ماہانہ تنخواہ پر مقرر کئے ہوئے سفراء و محصلین کے ذریعہ جو آمدنی ہوتی ہے اور ان پر جو خرچ ہوتا ہے اس سے مدرسہ کو نقصان پہنچتا ہے، آمد کا تناسب کم اور خرچ کا تناسب زائد آتا ہے، بعض مدارس میں متعین شرح فی صد کمیشن دیا جاتا ہے، اس صورت میں خرچ کے تناسب کے مقابلہ میں آمد کا تناسب بہتر رہتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا ایسا کرنا جائز ہوگا اور اسے ''العاملین علیها'' کے تحت داخل مانا جائے گا؟ اگر کمیشن کی صورت کو جائز قرار دیا جائے تو کیا شرح فی صد کے تعین کی کوئی خاص حد شرعاً ضروری ہے؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حساب آمد وخرچ کے اندراج پر جو عملہ مقرر ہے، کیا اس کی ماہانہ تنخواہ مدزکوۃ سے ادا کی جاسکتی ہے، جبکہ وہ لوگ دوسرے کام بھی انجام دیتے ہیں؟۔

ضمیمہ سوالات بابت زکوۃ

سوال (۱) کیا زکوۃ شیئرز کی موجودہ مارکیٹ قیمت پر ادا کی جائے، یا اس سے ہوئی آمدنی پر؟۔ اگر زکوۃ آمدنی پر واجب الاداء ہے تو یہ غیر صافی آمدنی پر واجب الاداء ہے، یا صافی آمدنی پر، یعنی وہ خالص آمدنی جس میں سے اخراجات منہا کردئے جائیں؟

(میں نے یہ پڑھا ہے کہ اگر شیئرز کو جنس تجارت (خرید وفروخت اور اس کی تجارت) کی طرح استعمال کیا جائے تو زکوۃ ان شیئرز کی بازاری قیمت اور ان کی آمدنی پر واجب الاداء ہوتی ہے، میں اس نکتہ کی وضاحت چاہتا ہوں، مزید یہ کہ ایسی صورت میں کہ شیئرز کو مسلسل خریدا اور بیچا جاتا رہے، نفع بھی ہوسکتا ہے اور نقصان بھی، اس لئے زکوۃ کس اساس پر ادا کی جائے؟)

شیئرز کو اگر زیادہ مدت تک پاس رکھا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ زکوۃ صرف آمدنی پر واجب الاداء ہے، اگر کسی وجہ سے مالک ان شیئرز کو بیچنے پر مجبور ہو تو اس صورت میں کیا ہوگا؟ کیا اس کو ان کی بازاری قیمت پر ادا کرنا ہوگا، یا ان کے نفع پر، یا ان سے حاصل ہوئی آمدنی پر؟۔

سوال (۲) ایک کاروباری ادارہ میں کیا زکوۃ کاروبار سے ہوئے نفع پر واجب الاداء ہے یا کسی مقررہ خاص طور پر موجودہ اسٹاک پر؟۔
میں نے افزائش جانوروں کے کیس میں پڑھا ہے کہ اگر جانور کی خرید وفروخت ہوتی ہو تو زکوۃ مقررہ خاص تاریخ پر فارم میں موجود جانوروں کی بازاری قیمت (Market rate) پر واجب الاداء ہوگی، البتہ ایسی صورت میں کہ یہ جانوروں (واشیاء) کے فروخت کا ذریعہ ہوں، جیسے دودھ، انڈا، تب زکوۃ دودھ/انڈوں پر عائد ہوگی اور جانوروں پر نہیں۔

سوال (۳) سرمایہ اندوزی، تمسکات کی صورت میں زکوۃ خالص یا صافی آمدنی یعنی اخراجات کے بعد پہنچنے والی آمدنی پر واجب الاداء ہے، چونکہ شخصی اخراجات، ہر فرد کے جدا اور ہر سماجی طبقہ کے الگ ہوتے ہیں، اس لئے شخصی اخراجات کی تحدید کے لئے کیا کوئی معیار مقرر کیا جاسکتا ہے۔

انٹرسٹ اور یوزری اکثر ہم معنی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں

رنٹم ہاؤس ڈکشنری میں انٹرسٹ کی تعریف یہ کی گئی ہے: ''کسی جائداد کی ملکیت، یا تجارت، یا کاروبار کی ملکیت میں قانونی حصہ، حق یا سند ملکیت، رقم جو ادا کی جائے، یا عائد کی جائے، پیسے کے استعمال پر، یا کسی پراجکٹ، یا کاروبار شروع کرنے، یا جاری رکھنے کے لئے لئے گئے قرض پر''۔

''یوزری'' کی ڈکشنری میں اس طرح تعریف کی گئی ہے: ''ایک حد سے زیادہ بڑھے ہوئے شرح انٹرسٹ پر پیسے قرض دینا، یا قرض دینے کی عادت''۔

اسلام یوزری پر پابندی لگاتا ہے، کیونکہ مجبور افراد کے استحصال کا کھلا ہوا عمل ہے، آج کے معاشی نظام ''انٹرسٹ'' تمام کاروباری دین کے اندر موجود ہے، ایک شخص صرف اپنی بقاء کی ضرورت کے لئے قرض نہیں لیتا، بلکہ اس رقم کو بڑھانے کے لئے، دولت پیدا کرنے کے لئے اور قرض دار کے لئے اور معاشرے کے لئے عام طور پر مواقع پیدا کرنے کے لئے قرض لیتا ہے، قرض دار، قرض دینے والے فرد، یا ادارے کو ایک مقررہ منافع کی طمانیت دیتا ہے، جس دنیا میں ہم رہتے ہیں اور جہاں ہم کو گزر بسر کرنا ہے ایک شخص مقررہ شرح انٹرسٹ سے کچھ لئے یا دئے بغیر رہ سکتا ہے۔

ہندوستان اسلامی ریاست نہیں ہے، ہر موڑ پر انٹرسٹ دینا پڑتا ہے، یا لینا پڑتا ہے، چند مثالیں درج ہیں:

۱- زمینداری کے خاتمہ کے بعد، ان املاک کے مالکوں کو معاوضہ دو فیصد انٹرسٹ کے زمینداری بانڈز دئے گئے۔

۲- اگر کوئی شخص اپنے اثاثہ کو فروخت کرتا ہے تو اس کو چل دینے والا کیپٹل کینس Capitally to pay ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے، اس ٹیکس سے بچنے کیلئے وہ شخص مجبور ہے کہ اس رقم کو بعض مقررہ سیکورٹیز، تمسکات میں جیسے کیپٹل کینس یونٹ میں لگائے جن پر کم شرح سے، مگر مقررہ شرح سے انٹرسٹ دیا جاتا ہے۔

۳- شخصی آمدنی پر ٹیکس کی شرح ساری دنیا کے مقابلہ میں ہندوستان میں سب سے زیادہ اونچی ہے، کئی صورتوں میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ

ایک شخص کی پچاس فی صد سے زیادہ آمدنی ٹیکس والوں نے ہضم کرلی، اس ظالمانہ محصول کی زد سے بچنے کا قانونی طریقہ یہ ہے کہ حکومت کے بعض اسٹاکس، یا بانڈز میں رقم لگائی جائے جن پر کم، مگر مقررہ شرح سے انٹرسٹ ملتا ہے۔

۴- پراویڈنٹ فنڈ ہماری آمدنی سے کی جانے والی لازمی منہائیوں پر مشتمل ہوتا ہے جس پر کمپنی کم، مگر مقررہ شرح سے انٹرسٹ ادا کرتی ہے، تنخواہ یاب لوگوں کے لئے پراویڈنٹ فنڈ ہی بڑھاپے میں بچت کا واحد راستہ ہوتا ہے۔

اگر کسی کے پاس پیسہ ہے تو اس کے تغیر پذیر آمدنی پیدا کرنے والے سرمایہ کاری کے مواقع ہیں، جائداد، یا شیئرز میں رقم لگانا سرمایہ کاری کے دو اہم ذرائع میں جن میں تغیر پذیر نفع حاصل ہوتا ہے۔

مگر بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں آج شیئرز مارکیٹ جوئے کا اڈا بن گئی ہے جہاں مارکیٹ پر کنٹرول کرنے والوں کی من مانی سے، یا سیاسی تبدیلیوں سے افواہوں سے قسمتیں بنتی اور بگڑتی ہیں، شیئرز کی قیمتوں کا کوئی تعلق متعلقہ کمپنی کی مالی حالت سے نہیں ہوتا۔

اسی طرح ایک شخص جائداد خریدنے میں ایک مقررہ حد سے زیادہ کی جائداد نہیں لے سکتا، ورنہ اس حد سے زیادہ کی جائداد سیلنگ (Ceiling) کے تحت حکومت لے لیتی ہے، ان حالات میں کیا حکومت کی سیکورٹیز، یا بانڈز میں اور کمپنیوں کی فکسڈ ڈپازٹس میں سرمایہ کاری جائز قرار دی جاسکتی ہے؟۔

☆☆☆

تجاویز:

زکوۃ سے تعلق رکھنے والے متعدد جدید مسائل اور فی سبیل اللہ کے مفہوم پر جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ میں اکیڈمی کا پانچواں سمینار ۳۰،۳۱/اکتوبر، یکم ودوم نومبر ۱۹۹۲ء منعقد ہوا، اس میں ہندوستان کے بیشتر صوبوں کے ممتاز علمی وفقہی اداروں اور دارالافتاء کے نمائندوں نے شرکت کی، بیرون ملک سے بھی متعدد اہم علمی شخصیات نے اس میں حصہ لیا، دوسو سے زائد شرکاء نے چار دنوں تک موضوعات کے مختلف گوشوں پر بحث ومباحثہ کے بعد فیصلے کئے، انشورنس کا مسئلہ جو چوتھے سمینار سے زیر غور تھا اس کی بابت بھی تجویز طے پائی۔

۱- ہندوستان کے پس منظر میں انشورنس کا حکم:

ہندوستان کے موجودہ حالات اور مسلمانوں کو درپیش ہر آن جان اور مال کے خطرے کو سامنے رکھتے ہوئے جان ومال کے تحفظ اور قیام امن کے سلسلہ میں حکومت کی ذمہ داریوں اور بسا اوقات نہ صرف غفلت بلکہ حکومت کے عملہ کی طرف سے فسادات کی ہمت افزائی اور بعض اوقات اس میں شرکت اور پھر مسلمانوں کے جان ومال کو پہنچنے والے نقصانات کی تلافی میں حکومت کی طرف سے کوتاہی اور اس وجہ سے کہ وہ ہندوستان کی انشورنس کمپنیاں بالواسطہ یا بلاواسطہ حکومت سے ہی متعلق ہیں، ان ہی حالات کی روشنی میں ''مجمع الفقہ الاسلامی'' کے چوتھے سمینار منعقدہ مورخہ ۲۷-۳۰ محرم ۱۴۱۲ھ مطابق ۹-۱۲/اگست ۱۹۹۱ء بمقام دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد میں غور کیا گیا تھا۔

شرکاء سمینار کا عام رجحان یہ تھا کہ ان حالات میں مسلمانوں کے لئے جان ومال کا بیمہ کرانا جائز قرار دینا چاہئے، لیکن دوران بحث یہ نکتہ اٹھایا گیا کہ فرقہ وارانہ فسادات کی صورت میں پہنچنے والے جانی ومالی نقصان کو بیمہ کے ذریعہ رائج انشورنس قانون کے تحت تحفظ حاصل ہے یا نہیں؟ اور مندرجہ ذیل تجویز منظور کی گئی:

''کمیٹی نے مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر غور کیا اور یہ محسوس کیا کہ انشورنس کمپنیوں کی پالیسی اس سلسلہ میں واضح نہیں ہے کہ فرقہ وارانہ فسادات میں ہونے والے جانی ومالی نقصانات کو موجودہ انشورنس قانون کی رو سے تحفظ حاصل ہوتا ہے، اور اس کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اس مسئلہ پر تفصیل سے غور کیا جائے اور انشورنس کے ماہرین سے مختلف اسکیموں کے بارے میں پوری معلومات حاصل کی جائیں، سمینار کے عام اجلاس میں کمیٹی کی اس تجویز سے اتفاق کیا گیا اور مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جو مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر ماہرین سے پوری معلومات حاصل کرنے کے بعد کوئی قطعی رائے قائم کرے:

۱-	مولانا مجیب اللہ ندویؒ	جامعۃ الرشاد، اعظم گڈھ
۲-	مولانا برہان الدین سنبھلیؒ	دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۳-	مولانا محمد عبیداللہ اسعدی	جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ
۴-	مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی	دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۵-	مولانا مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی	دارالعلوم دیوبند
۶-	مولانا مفتی احمد خانپوری قاسمی	جامعہ تعلیم الدین، ڈابھیل
۷-	مولانا عبدالاحد ازہری	معہد ملت، مالیگاؤں
۸-	مولانا مفتی منظور احمد کانپوریؒ	جامع العلوم، کانپور

۹- مفتی نظام الدین اشرفی	دارالعلوم اشرفیہ، مبارک پور
۱۰- مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحیؒ	دارالعلوم دیوبند
۱۱- مفتی عبدالقدوس رومیؒ	آگرہ
۱۲- مولانا زبیر احمد قاسمیؒ	دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد
۱۳- مفتی جنید عالم ندوی قاسمی	امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ
۱۴- مولانا خلیل الرحمٰن اعظمی	جامعہ دارالسلام، عمرآباد
۱۵- مولانا خلیل الرحمٰن سجاد ندوی	لکھنؤ
۱۶- جناب عبدالستار یوسف شیخؒ	بمبئی
۱۷- قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ	امارت شرعیہ، پٹنہ

اسلامک فقہ اکیڈمی کے سمینار منعقدہ مورخہ ۳-۶/ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ مطابق ۳۰-۳۱/ اکتوبر اور ۱-۲/ نومبر ۱۹۹۲ء بمقام جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ کے موقع پر اس سلسلہ میں ضروری معلومات اور ان پر غور کر کے کوئی قطعی فیصلہ کرنے کے سلسلہ میں کمیٹی مذکور کے موجودہ ارکان اور مزید دیگر علماء پر مشتمل ایک کمیٹی نے پوری صورت حال پر غور کیا، اور خاص کر انشورنس کے قانون کی اس دفعہ پر غور کیا گیا جس سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ فسادات کی صورت میں جان و مال کو پہنچنے والے نقصانات کو تحفظ نہیں مل سکتا، لیکن اس سلسلہ میں ''لائف کارپوریشن آف انڈیا'' کی جاری کردہ تفصیلات پر غور کرنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اس اعلامیہ کی دفعہ (۱۰) شق (III A. B.) میں فرقہ وارانہ فسادات سے پہنچنے والے نقصانات کا استثناء دراصل دفعہ ۱۰ سے حاصل ہونے والی ان مراعات سے استثناء ہے جن کے تحت حادثاتی موت کی صورت میں اصل انشورنس پالیسی پر مستزاد اضافی رقم دی جاتی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ عام طور پر حادثاتی موت میں اصل انشورنس پالیسی سے زائد رقم دیئے جانے کا پرووِیژن فرقہ وارانہ فسادات کی صورت میں پہنچنے والے جانی اور مالی نقصانات کو شامل نہیں ہوگا، یعنی اس صورت میں انشورنس پالیسی پر اضافی رقم نہیں ملے گی، لیکن جتنی بھر انشورنس پالیسی ہے جیسے دیگر عام جانی و مالی نقصانات میں ملتی ہے اسی طرح اس میں بھی ملے گی، اس نکتہ کے واضح ہوجانے کے بعد ''مجمع الفقہ الاسلامی'' کی یہ کمیٹی (مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ نے ۱۹۶۰ء میں انشورنس کے سلسلہ میں جو فیصلہ کیا تھا، نیز ملک کی مؤقر درسگاہ ''دارالعلوم دیوبند'' سے اس بابت جو فتویٰ دیا جاچکا ہے) مجلس کے فیصلے اور دارالعلوم کے فتویٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل قطعی فیصلہ کرتی ہے:

''مروجہ انشورنس اگرچہ شریعت میں ناجائز ہے کیونکہ وہ ربوٰ، قمار، غرر جیسے شرعی طور پر ممنوع معاملات پر مشتمل ہے، لیکن ہندوستان کے موجودہ حالات میں جبکہ مسلمانوں کی جان و مال، صنعت و تجارت وغیرہ کو فسادات کی وجہ سے ہر آن شدید خطرہ لاحق رہتا ہے، اس کے پیش نظر ''الضرورات تبیح المحظورات''، رفع ضرر، دفع حرج اور تحفظ جان و مال کی شرعاً اہمیت کی بنا پر ہندوستان کے موجودہ حالات میں جان و مال کا بیمہ کرانے کی شرعاً اجازت ہے (۱)''۔

---

(۱) واضح رہے کہ فقہ اکیڈمی کی طرف سے یہ تجویز اور سمینار میں شریک اہل علم کی طرف سے اس کی تائید کا یہ مطلب نہیں کہ انشورنس مسلمانوں کی حفاظت کا ضامن ہے، اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس انشورنس کے بعد جو بھی صورت پیش آئے اس میں ملنے والی سب رقم انشورنس کرانے والوں کے لئے جائز و درست ہوگی؛ بلکہ اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ صرف فسادات کی صورت میں جان و مال کے نقصان کے بعد جو کچھ ملے اور جو حق قانون وضابطہ میں بتایا جائے، اس کے مطابق ملنے والا مال تو انشورنس کرانے والوں کے لئے جائز و درست ہوگا اور بقیہ صورتوں میں صرف اپنی جمع کردہ رقم کے بقدر لینا اور استعمال کرنا جائز ہوگا، زائد کا نہیں، اور انشورنس کی صورت میں زائد کے جواز کی جہت حکومت کی نااہلی اور غیر ذمہ داری کی وجہ سے اس کی طرف سے اور اس پر ضمان کی ہے۔

اس فیصلہ پر دستخط کرنے والے اہم علماء کرام کے اسماء گرامی:

۱-	حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی	دارالعلوم دیوبند
۲-	حضرت مولانا حبیب الرحمٰن خیرآبادی	دارالعلوم دیوبند
۳-	حضرت مولانا برہان الدین سنبھلیؒ	ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۴-	حضرت مولانا حبیب اللہ قاسمی	مفتی ریاض العلوم، گورینی
۵-	حضرت مولانا محمد ثناء الہدیٰ قاسمی	مدرسہ احمدیہ ابابکرپور، ویشالی
۶-	حضرت مولانا زبیر احمد قاسمیؒ	اشرف العلوم کنہواں، سیتامڑھی
۷-	حضرت مولانا محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ	دارالعلوم دیوبند
۸-	حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی	امارت شرعیہ، پٹنہ
۹-	حضرت مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی	دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۱۰-	حضرت مولانا عزیز الرحمٰن فتح پوری	ممبئی
۱۱-	حضرت مولانا رفیق المنان قاسمی	احیاء العلوم، مبارک پور
۱۲-	حضرت مولانا سید مصطفیٰ رفاعی ندوی	صدر الاصلاح، بنگلور
۱۳-	حضرت مولانا معاذ الاسلامؒ	مرادآباد
۱۴-	حضرت مولانا اشفاق احمد	جامعہ شرعیہ، سرائے میر

(مبتلیٰ بہ کی صواب دید پر اجازت کی گنجائش ہے)

۱۵-	حضرت مولانا عبداللہ مغیثی	اجراڑہ، میرٹھ
۱۶-	حضرت مفتی محمد ارشد قاسمی	اجراڑہ
۱۷-	حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	حیدرآباد
۱۸-	حضرت مولانا عبدالجلیل قاسمیؒ	جامعہ اسلامیہ، سمراچمپارن
۱۹-	حضرت مولانا سلطان احمد اصلاحیؒ	ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڈھ
۲۰-	حضرت مولانا محمد جنید عالم ندوی قاسمی	دارالافتاء امارت شرعیہ، پٹنہ
۲۱-	حضرت مولانا مفتی نسیم احمد قاسمیؒ	پٹنہ
۲۲-	حضرت مولانا بدر احمد مجیبی ندوی	خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ
۲۳-	حضرت مولانا نجیب احمد قاسمی	جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ
۲۴-	حضرت مولانا محمد صدر الحسن ندوی	اورنگ آباد
۲۵-	حضرت مولانا شبیر احمد قاسمی	مدرسہ شاہی، مرادآباد

(احقر کو املاک کے بیمہ سے اتفاق ہے جیون کے جواز سے اتفاق نہیں ہے)۔

۲۶-	حضرت مولانا محمد عبدالرحیم قاسمی	جامعہ حسینیہ خیر العلوم، بھوپال
۲۷-	حضرت مولانا مبارک حسین ندوی قاسمی	نیپال
۲۸-	حضرت مولانا محمد افضال الحق جوہر قاسمی	دارالعلوم گورکھپور
۲۹-	حضرت مولانا شمیم احمد	جامعۃ مفتاح العلوم مئو

۳۰- حضرت مولانا سعید الحق قاسمی مدنی	دار القرآن مئو
۳۱- حضرت مولانا محمد یوسف قاسمی	جامعہ امداد العلوم زید پور، بارہ بنکی
۳۲- حضرت مولانا سرفراز احمد	جامعہ عربیہ احیاء العلوم، مبارک پور
۳۳- حضرت مولانا افضال احمد قاسمی	خطیب مسجد نیو پاٹلی پترا کالونی، پٹنہ
۳۴- حضرت ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقویؒ	دار قدرت، میسور، کرناٹک
۳۵- حضرت مولانا عبد القیوم پالن پوری	مدرسہ جامعہ نذیریہ، کاکوسی، گجرات
۳۶- حضرت مولانا عبد اللہ قاسمی	استاد جامعہ اسلامیہ، بنارس
۳۷- حضرت مولانا عبد الرحمٰن قاسمی پالن پوری	دار العلوم چھاپی، گجرات
۳۸- حضرت مولانا محمد عمران مظاہری	دار العلوم چھاپی، گجرات
۳۹- حضرت مولانا محمد قمر الزماں	مدرسہ بیت المعارف، الہ آباد
۴۰- حضرت مولانا تنویر عالم قاسمی	مدرسہ اشرف العلوم کنہواں، سیتامڑھی
۴۱- حضرت مولانا مفتی انور علی اعظمی	دار العلوم مئو
۴۲- حضرت مفتی اقبال احمد قاسمی	دار العلوم دیوبند
۴۳- حضرت مولانا شعیب اصلاحیؒ	مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڈھ
۴۴- حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ	قاضی شریعت بہار واڑیسہ، پٹنہ
۴۵- حضرت مولانا مجیب اللہ ندویؒ	جامعۃ الرشاد، اعظم گڈھ
۴۶- حضرت مولانا بدر الحسن قاسمی	کویت
۴۷- حضرت مولانا عبید اللہ اسعدی	استاد جامعہ عربیہ، ہتھورا، باندہ
۴۸- حضرت مولانا محمد راشد قاسمی	دار العلوم دیوبند
۴۹- حضرت مولانا مفتی جمیل احمد نذیری	استاد جامعہ عربیہ احیاء العلوم، مبارک پور
۵۰- حضرت مولانا ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی	شعبۂ معاشیات، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ
۵۱- حضرت مولانا شمس پیرزادہؒ	ممبئی

(اضطراری صورت ہی میں اجازت دی جاسکتی ہے)

۵۲- حضرت مولانا نذیر احمد قاسمی	بارہ بنکی

(ضرورت شدیدہ کا لحاظ ضروری ہے)

۵۳- حضرت مولانا خبیب احمد قاسمی	پھلواری شریف، پٹنہ

زکوۃ سے متعلق چند جدید مسائل:

۲- حاجت اصلیہ (زکوۃ میں بنیادی حاجت):

وجوب زکوٰۃ کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ آدمی کے پاس جو مال ہے وہ اس کی حاجت اصلیہ سے زائد ہو، حوائج اصلیہ میں جو امور قابل اعتبار ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱- اپنے اور اپنے اہل وعیال نیز زیر کفالت رشتہ داروں سے متعلق روزمرہ کے اخراجات۔
۲- رہائشی مکان، کپڑے، سواری، صنعتی آلات، مشینیں اور دیگر وسائل رزق جن کے ذریعہ کوئی شخص اپنی روزی کماتا ہے۔
۳- حوائج اصلیہ کا تعین ہر زمانہ، علاقہ اور افراد کے حالات اور ان کے معیار زندگی کی روشنی میں ہوگا۔
۴- حوائج اصلیہ کے مد میں ضروریات زندگی اور روزمرہ پیش آنے والے اخراجات داخل ہیں، اور اعتبار سال بھر کے اخراجات کا ہوگا، اور آئندہ سال کی ضرورت کے لئے جو سرمایہ محفوظ رکھا جائے گا زکوۃ نکالتے وقت حوائج اصلیہ میں شمار ہو کر اموال زکوۃ سے منہا نہیں کیا جائے گا۔

۳-دَین (قرض) کی زکوۃ:

مقالہ نگاروں کی آراء اور مباحثوں کو سامنے رکھ کر یہ سمینار اس نتیجہ پر پہنچا کہ:

۱- دَین کی دو قسمیں ہیں: وہ دَین جس کے وصول ہونے کی کوئی امید نہ ہو، جیسے ڈوبی ہوئی رقم، اور وہ دَین جس کے وصول ہونے کی پوری امید ہو۔ جس دَین کے وصول ہونے کی کسی وجہ سے امید ختم ہوگئی ہو اگر وہ دَین کبھی وصول ہوجائے تو وصولی کے دن سے ایک سال گذرنے کے بعد ہی زکوۃ واجب ہوگی۔
۲- مقروض اگر قرض دہندہ کے مطالبہ واصرار کے باوجود اس حد تک ٹال مٹول سے کام لے کہ دائن اس کی وصولیابی سے مایوس ہوجائے تو اس مال کی زکوۃ قرض دہندہ پر واجب نہ ہوگی، اگر ایسا قرضہ کبھی وصول ہوجائے تو اس پر سال گذرنے کے بعد زکوۃ واجب ہوگی۔
۳- جس دَین کا وصول ہونا متوقع ہو اس کی تین صورتیں ہیں:
الف- وہ دَین قرض کی صورت میں ہو، یا سامان تجارت کی قیمت کسی کے ذمہ باقی ہو، ایسے دیون میں وصول ہونے کے بعد گذشتہ سالوں کی زکوۃ بھی ادا کرنی ہوگی۔
ب- وہ دَین جو ایسے مال کے عوض ہو جو تجارت کے لئے نہیں تھا اور نہ قرض کے طور پر دیا گیا تھا، جیسے مال وراثت یا مال وصیت۔
ج- ایسا دَین جو کسی مال کا عوض نہ ہو جیسے مہر، ان دونوں صورتوں میں دَین وصول ہونے کے بعد سال گذر جانے پر زکوۃ واجب ہوگی، گذشتہ سالوں کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔
۴- سرکاری یا غیر سرکاری اداروں سے لئے جانے والے طویل المیعاد قرضوں کی صورت میں ہر سال جو قرض کی قسط ادا کرنی ہے اموال زکوۃ میں سے منہا کی جائے گی، اور باقی اموال زکوۃ پر زکوۃ واجب ہوگی، پورا قرض منہا نہیں کیا جائے گا۔

۴-تجارت میں پیشگی دی ہوئی قیمت اور کرایہ پر لی جانے والی دکان ومکان میں دی گئی ڈپوزٹ کی رقم پر زکوۃ:

۱:الف- مال تجارت جس کی مشتری (خریدار) نے پیشگی قیمت ادا کردی ہے لیکن مبیع (خریدے ہوئے سامان) پر اس کا قبضہ نہیں ہوا ہے تو اس ادا کردہ قیمت کی زکوۃ خریدار پر واجب نہیں ہوگی، بلکہ بائع (فروخت کرنے والے) پر واجب ہوگی۔
ب- مبیع (فروخت شدہ مال) کی زکوۃ بیع سلم (یعنی وہ تجارت جس میں قیمت پہلے ادا کی جاتی ہے اور خریدار کو مال ایک مدت کے بعد متعین تاریخ کو وصول ہوتا ہے، جیسے کسان کاشتکاری کے وقت نقد قیمت لے کر گندم یا چاول اس شرط پر فروخت کردیتے ہیں کہ وہ آئندہ فلاں متعین تاریخ کو فلاں قسم کا گندم یا چاول خریدار کے حوالہ کردے گا) اور بیع استصناع (یعنی وہ بیع جس میں خریدار کے آرڈر

پر کوئی متعین چیز تیار کر کے صنعت کار حوالہ کرنے کا معاملہ طے کرتا ہے اور اس میں طے شدہ قیمت کل کی کل یا کچھ حصہ پہلے ادا کر دیا جاتا ہے) کی صورت میں مشتری (خریدار) کو مبیع (فروخت شدہ مال) سونپے جانے سے قبل بائع پر واجب ہوگی، اور بیع سلم اور بیع استصناع کے علاوہ بیع کی وہ شکل جس میں مبیع کی تعیین ہو چکی ہے لیکن مشتری کا اس پر قبضہ نہیں ہوا ہے، تو اس کی زکوۃ بھی مشتری پر واجب نہیں ہوگی۔

۲- الف: شرکاء سمینار کی عام رائے یہ ہے کہ کرایہ دار کی طرف سے مالک مکان ودکان وغیرہ کو پیشگی دی گئی ضمانت کی رقم (Security Deposit) پر زکوۃ کرایہ دار کے ذمہ واجب نہیں ہوگی۔

ب: شرکاء سمینار میں سے کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اس مال کی زکوۃ مالک مکان پر ہوگی، اور دوسری رائے یہ ہے کہ اس مال کی زکوۃ کسی پر نہیں ہوگی۔

۵- ہیرے وجواہرات پر زکوۃ:

۱- جو ہیرے جواہرات تجارت کی نیت سے خریدے گئے ہوں ان کی زکوۃ مالک پر واجب ہوگی۔

۲- جو ہیرے جواہرات زیورات وغیرہ کے لئے خریدے گئے ہوں، ان کی زکوۃ مالک پر واجب نہیں ہوگی۔

۳- ایک رجحان یہ پایا جاتا ہے کہ لوگ بڑی بڑی رقوم ہیرے جواہرات کی خرید پر صرف کر دیتے ہیں اور اپنی نقد رقوم کو ہیرے جواہرات میں بدل کر مختلف مصالح کے تحت محفوظ کر لیتے ہیں۔

چنانچہ مجمع الفقہ الاسلامی کے سمینار میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ اس صورت میں لاکھوں لاکھ کی نقد رقم ہیرے جواہرات کی صورت میں ان کے پاس محفوظ ہو جاتی ہے جو کسی بھی وقت نقد کی صورت میں منتقل ہو سکتی ہے۔ بحث کی روشنی میں یہ بات سامنے آئی کہ اس مسئلہ میں ایک جہت تو یہ ہے کہ ہیرے جواہرات، سونا چاندی نہیں ہیں جو خلقتاً نامی تسلیم کئے گئے ہیں، اور اس شخص کا کام ہیرے جواہرات کی تجارت بھی نہیں ہے اور نہ فوری طور پر خریدتے وقت باضابطہ تجارت کی نیت کی گئی ہے؛ تاکہ بسبب مال تجارت ہونے کے اسے نامی قرار دیا جائے، اس جہت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس پر زکوۃ واجب نہ ہو۔

دوسری جہت یہ ہے کہ ہیرے جواہرات ضروریات زندگی میں داخل نہیں اور اصحاب سرمایہ اپنے خاص مصالح کے لئے اپنے روپیوں کو جن کی مقدار غیر معمولی حد تک زائد ہوتی ہے، ہیروں اور جواہرات کی صورت میں محفوظ کر کے مختلف فوائد بھی حاصل کرتے ہیں، اور انہیں اس طرح اس کا اطمینان بھی رہتا ہے کہ ان ہیروں اور جواہرات کی صورت گویا ''زر نقد'' ہر دم ان کے پاس محفوظ ہے، اور اس کے نتیجہ میں فقراء کو شدید نقصان ہوتا ہے کہ نقد رقوم میں زکوۃ واجب ہوتی ہے جو عام حالات میں ہیرے جواہرات کی صورت میں عام اصول کے پیش نظر واجب نہیں ہوتی، لہٰذا:

الف: سمینار میں شریک علماء واصحاب افتاء میں سے ایک خاصی تعداد نے پہلی جہت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ رائے دی کہ اس خاص صورت میں محفوظ ہیرے جواہرات کی مالیت پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

ب: جبکہ دوسری بڑی تعداد علماء واصحاب افتاء کی تھی جنہوں نے دوسری جہت کو سامنے رکھتے ہوئے اس خاص صورت میں ذخیرہ کئے ہوئے ہیرے جواہرات کو حکماً مال تجارت تسلیم کیا اور اس پر زکوۃ واجب قرار دیا۔

ہر دو جہت کے مطابق رائے رکھنے والے ممتاز علماء کے اسمائے گرامی ذیل میں علاحدہ علاحدہ درج کئے جاتے ہیں:

وجوب زکوۃ کے قائلین حضرات کے نام:

۱-	قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ	نئی دہلی
۲-	مولانا طیب الرحمٰن امیر شریعتؒ	آسام
۳-	مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب	ممبئی
۴-	مولانا اعجاز احمد اعظمیؒ	مئو
۵-	مولانا مجیب اللہ ندویؒ	اعظم گڈھ
۶-	مولانا شمس پیرزادہؒ	بمبئی
۷-	مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب	پٹنہ
۸-	مولانا عبدالرحیم قاسمی	بھوپال
۹-	مولانا مفتی عبدالرحمٰنؒ	دہلی
۱۰-	مولانا زبیر احمد قاسمیؒ	سیتامڑھی
۱۱-	مولانا رفیق المنان صاحب	مبارک پور
۱۲-	مولانا مفتی نذیر احمد صاحب	بارہ بنکی
۱۳-	مولانا محمد شعیب صاحب	سرائے میر
۱۴-	مولانا عتیق احمد قاسمی صاحب وغیرہم	لکھنؤ

عدم وجوب زکوۃ کے قائلین کے نام:

۱-	مولانا مفتی برہان الدین سنبھلیؒ	لکھنؤ
۲-	مولانا حبیب الرحمٰن خیرآبادی	دیوبند
۳-	مولانا نعمت اللہ قاسمی	دیوبند
۴-	مولانا محمد عبیداللہ اسعدی	باندہ
۵-	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	حیدرآباد
۶-	مولانا نسیم احمد قاسمیؒ	پٹنہ
۷-	مولانا صدرالحسن ندوی	اورنگ آباد
۸-	مولانا محی الدینؒ	گجرات

۶- پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ:

پراویڈنٹ فنڈ (تنخواہ سے لازمی طور پر وضع ہونے والی رقم) جب تک اس پر قبضہ نہ ہوجائے اس کی زکوۃ واجب نہ ہوگی، جب یہ رقم وصول ہوجائے اور بقدر نصاب ہو اور اس پر ایک سال گذر جائے تو اس کی زکوۃ ادا کرنا ہوگی۔

بعض اوقات کچھ لوگ قانون انکم ٹیکس کی زد سے بچنے یا دیگر مصالح کی خاطر اختیاری طور پر اپنی تنخواہ سے کچھ زائد رقم وضع کرا کر پی ایف (.P.F) جمع کراتے ہیں۔ یہ رقم اگر قدر نصاب کو پہنچ جائے تو سال بہ سال زکوۃ ادا کرنی پڑے گی۔ اس اختیاری وضع کرائی ہوئی رقم کی حیثیت ودیعت کی ہے اور مال ودیعت پر زکوۃ واجب ہوتی ہے۔

۷- وظیفہ طلبہ کی ادائیگی بمد زکوۃ:

مدرسہ میں طلباء کے قیام وطعام اور تعلیم وغیرہ پر جو مجموعی مصارف آتے ہیں، ان کا حساب لگا کر ہر طالب علم پر واجب الادا ماہانہ اخراجات کے بقدر مدز کوۃ سے ادا کئے جائیں۔ یہ ادائیگی بصورت نقد یا چیک طالب علم کو دی جائے، اور خود مہتمم مدرسہ بھی یہ رقم زکوۃ اکاؤنٹ سے نکال کر مدرسہ کے عام اکاؤنٹ میں اس کی طرف سے جمع کر سکتا ہے، بشرطیکہ بوقت داخلہ، فارم داخلہ میں طالب علم کی طرف سے اور اگر نابالغ ہو تو اس کے ولی کی طرف سے یہ تصریح کرادی جائے کہ مہتمم مدرسہ اس کی طرف سے از مدز کوۃ اس کے اخراجات مدرسہ کو ادا کرنے کا مجاز ہوگا۔

۸- مدرسہ کے سفراء ومحصلین اور مہتمم کی حیثیت:

یہ ایک حقیقت ہے کہ اہل مدارس زکوۃ وصدقات کی جو رقمیں وصول کرتے ہیں فوری طور پر خرچ نہیں ہوتیں، اور بسا اوقات خاصے عرصہ تک باقی رہ جاتی ہیں جس کی وجہ سے ادائیگی وعدم ادائیگی زکوۃ کا مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے۔ لہذا فقہ اکیڈمی میں اس سے متعلق سوالنامہ کے جوابات کی روشنی میں ذیل کی تجاویز منظور کی جاتی ہیں:

زکوۃ کی وصولی میں مہتمم یا اس کا نائب (سفیر ومحصل) طلبہ کا وکیل ہے۔ مہتمم یا اس کے نائب (سفیر ومحصل) کو دے دینے سے زکوۃ ادا ہوجائے گی۔ مہتمم مدرسہ کا فرض ہے کہ زکوۃ کی رقم حسب احکام شرع طلبہ پر صرف کرے۔

۹- اموال مدرسہ پر زکوۃ:

زکوۃ کی جو رقم مدارس یا بیت المال میں اکٹھا ہوتی ہیں ان کا کوئی مالک متعین نہیں، اسی طرح جو رقم از قسم عطایا وصدقات نافلہ اداروں کو مطلق وجوہ خیر میں صرف کرنے کے لئے یا متعین مدات پر صرف کرنے کے لئے دی جاتی ہیں وہ دینے والوں کی ملک سے نکل کر اللہ کی ملک میں داخل ہوجاتی ہیں، اس لئے بیت المال، مدارس یا دیگر رفاہی اداروں میں جمع شدہ رقوم پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

۱۰- کمیشن پر زکوۃ کی وصولی:

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے پانچویں سمینار منعقدہ جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ میں کمیشن پر زکوۃ کی وصولی کا موضوع زیر بحث آیا۔ مقالات اور شرکاء کے مباحثات کی روشنی میں یہ طے کیا جاتا ہے کہ کمیشن پر زکوۃ کی وصولیابی کا مروجہ طریقہ جائز نہیں۔

۱۱- مال حرام کی زکوۃ:

۱- مال حرام کسی کی ملکیت میں آئے اور وہ بعینہ موجود ہو، نیز مال کا اصل مالک معلوم ہو تو اس شخص کو وہ پورا مال لوٹا دینا واجب ہے۔

۲- اگر مال حرام متعین طور پر معلوم نہ ہو سکے یا اس کی تعداد معلوم نہ ہو سکے تو غالب گمان کے مطابق مال حرام کی مقدار متعین کی جائے

گی۔ اگر مالک معلوم ہوتو اتنی مقدار میں رقم اس کے مالک کو واپس کردی جائے، اور اگر مالک معلوم نہ ہوتو اسی مقدار میں بلا نیت ثواب صدقہ کردیا جائے۔

۳- اگر مال حرام کی واپسی اس پر واجب ہوئی اور اس نے واپس نہیں کیا اور مال حرام اس کے قبضہ میں باقی رہ گیا اور مال کا کوئی انسان مطالبہ کرنے والا نہیں ہے، ایسی صورت میں اس مال کی زکوٰۃ ادا کرنی بھی واجب ہوگی، اور زکوٰۃ ادا کرنے کے باوجود حقدار کو حق لوٹانے یا حق دار کے معلوم نہ ہونے کی صورت میں بلا نیت ثواب صدقہ کرنے کا حکم باقی رہے گا۔

مال حرام میں اصل یہی ہے کہ اگر ایسے مال کا طلب کرنے والا مالک موجود ہوتو اس کو واپس کردیا جائے ورنہ صدقہ کردیا جائے، اور اگر حرام وحلال مال مخلوط ہوتو تحری ورجحان قلب کے مطابق مال حلال کی مقدار متعین کرکے اس کی زکوٰۃ دی جائے، مال حرام میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ مگر استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ پورے کے پورے مال کی زکوٰۃ ادا کردی جائے؛ تاکہ یقینی اور اطمینان بخش طریقہ پر زکوٰۃ ادا کرنے والا فریضہ زکوٰۃ سے بری الذمہ ہوجائے، اور ظالمانہ اور حرام طریقوں سے لوگوں کے مال سے فائدہ اٹھانے والوں کی حوصلہ افزائی نہ ہو۔ نیز ایسا نہ ہو کہ مال حرام کھانے والا دوطرفہ فائدہ اٹھائے، اس طرح ایک طرف مال حرام سے انتفاع کرے اور زکوٰۃ سے بھی بچ جائے۔

۱۲- فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟

۱- شرکاء سمینار کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آیت مصارف زکوٰۃ [سورۂ توبہ:۶۰] نے جن آٹھ مصارف میں زکوٰۃ کو محدود کردیا ہے ان میں وہ قطعی ہے، اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا جاسکتا، اور آیت مصارف زکوٰۃ [سورہ توبہ:۶۰] میں مذکور آٹھ مصارف میں زکوٰۃ کا حصر حقیقی ہے اضافی نہیں ہے۔

۲- اس آیت میں مذکور ''فی سبیل اللہ'' کا مصداق عام شرکائے سمینار کے نزدیک غزوہ اور جہاد عسکری ہے، بعض شرکاء سمینار کا نظریہ یہ ہے کہ ''فی سبیل اللہ'' میں عسکری جہاد کے ساتھ وہ تمام کوششیں شامل ہیں جو آج کے دور میں واقعتاً دعوت اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے کی جارہی ہوں، ان حضرات کے نام یہ ہیں:

۱- مولانا شمس پیرزادہؒ

۲- مولانا ڈاکٹر سلطان احمد اصلاحیؒ

۳- ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی

شیخ محمد محروس المدرس عراقی کی رائے یہ ہے کہ ''فی سبیل اللہ'' کے مفہوم میں عموم ہے۔

۳- عام شرکاء سمینار کا خیال یہ ہے کہ دور حاضر میں دینی اور دعوتی کاموں کے لئے درکار سرمایہ کی فراہمی میں پیش آنے والی دشواری کے باوجود شرعاً اس کی گنجائش نہیں ہے کہ زکوٰۃ کے ساتویں مصرف ''فی سبیل اللہ'' کا دائرہ وسیع کرکے اس میں تمام دینی اور دعوتی کاموں کو شامل کرلیا جائے؛ کیونکہ قرون اولیٰ میں اس تعمیم وتوسیع کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، نیز ایسا کرنے سے مسلمانوں کے محتاج، نادار اور افلاس زدہ طبقہ کی مال زکوٰۃ کے ذریعہ کفالت جو زکوٰۃ کا اہم ترین مقصد ہے، فوت ہوجائے گا۔ اس نقطۂ نظر سے ان حضرات کا اختلاف ہے جنہیں دفعہ ۲ سے اختلاف ہے۔

✧✧✧